ڈاکٹر محمد ادریس زبیر

ابن قرقول اور ان کی کتاب مطالع الانوار

(۲)

مشتبہ حروف میں تمیز کے لیے محدثین کو دشواریاں اٹھانا پڑتی تھیں ۔اس دشواری کے ازالہ کے لیے سماع (روایت) اور کتابت کو انہوں نے اہم جانا۔ عبداللہ بن ادریس الکوفی کہتے ہیں کہ جب امام شعبہ نے مجھے ابوالحوراء العدی کی ایک حدیث روایت کی تو میں نے روایت لکھتے وقت ابوالحوراء کے نام کے نیچے اپنی یادداشت کے لیے "حور عین" لکھ دیا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کے بغیر میں غلطی سے ابوالحوراء کو دوسرے راوی ابوالجوزاء سے ملا دوں اس لیے کہ یہ دونوں نام متشابہ ہیں۔

اہل اندلس میں ایک اہم پہلو صحیحین اور مؤطا کے قدیم نسخوں کے حصول میں اسناد عالی اور مسابقت کا تقاضا جس میں صحیح ترین نسخہ کا حصول قابل فخر چیز تھی۔ مزید یہ کہ ان قدیم نسخوں کی کتابت کا اہتمام ایک ایسی عام مگر دقیق روش تھی کہ اندلسی علما کے حالات میں یہ وصف تقریباً مشترک ملتا ہے کہ وہ ایک عمدہ کاتب، نکھار، کتابت میں ضبط و اتقان کے مالک تھے۔ بڑے بڑے علماء کتابوں کو شیخ سے سماع کر کے خود اپنے ہاتھ سے لکھتے۔ اختلاف نسخ کو تحریر کرتے اور غلطیوں کی نشاندھی کرتے۔ پھر ان نسخوں کے شروح و حواشی اور تعلیمات کا اضافہ ایک ایسا امر تھا جس نے ہمارے علمی ذخیرے کو متعدد روایات اور بے شمار منفرد نسخوں سے مالا مال کر دیا جو ایک قابل فخر اور قیمتی سرمایہ ہے۔ ان میں بے شمار نسخے اب بھی تیونس، مغرب اور سپین کی لائبریریوں میں کسی قدردان کے منتظر ہیں۔

دوسرا پہلو ان کتب کو مختلف شیوخ سے پڑھ کر اجازت حاصل کرنا تھا چاہے ایک کتاب ہی کیوں نہ ہو۔ اس طرح اس اجازت والی روایت کو اپنی عزیز ترین متاع سمجھ کر محفوظ کر لیتے کیونکہ اس کے بغیر کتاب ناقص اور اس کی روایت بغیر اجازت کے نااہل تصور کی جاتی تھی۔

اپنی بات کی شہادت اور ثبوت کے لیے ہم الاشبیلی کی فہرست سے ایک مثال نقل کرتے ہیں جو شاید ہمیں اس نتیجے پر پہنچائے کہ چاہے بات وہی موجو پہلے سے کہی ہے لیکن اس میں ذرا سا فرق بھی نقل نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ فرق ایک بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جسے محدثین نے سلسلہ اسناد کا ابقاء، روایات کا تنوع اور حاملین حدیث کا علمی معیار جانچنے کی ایک وقیع کوشش قرار دیا ہے۔

سنن ابوداؤد کی روایت اندلس میں مختلف طرق سے آئی۔ جو ذیل میں دیئے گئے چارٹ سے واضح کی جاتی ہے۔

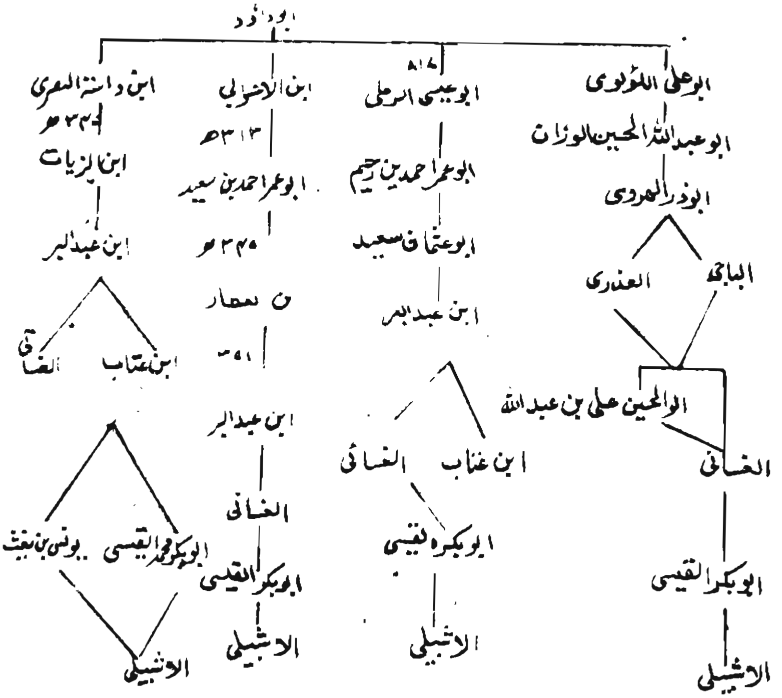

ابن الاعرابی کے نسخے میں کتاب الفتن، الملاحم، الحروف والخاتم سرے سے نہیں تھیں اور کتاب اللباس بھی آدھی غائب تھی۔ اسی طرح کتاب الوضوء، الصلوٰۃ اور النکاح کے بھی بہت سے اوراق غائب تھے۔ اس نقص کو انہوں نے دوسرے شیوخ سے روایت سے مکمل کرنے کی کوشش کی جس میں زیادہ تر ابواسامہ محمد بن عبدالملک الرؤاس عن ابی داؤد کی تھیں۔ الاشبیلی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے نسخے کی تصحیح احمد بن سعید بن حزم کی کتاب سے کی۔

احمد بن سعید بن حزم کا نسخہ الاشبیلی کے ہاتھ کیسے لگا اور اس کی کیا اہمیت تھی؟

ابوعلی الغسانی کہتے ہیں کہ سنن ابی داؤد مجھے میرے شیخ ابوالعاصی حکم بن محمد الجذامی نے ابواسحاق ابراہیم بن غالب التمار عن ابی سعید بن الاعرابی عن ابی داؤد روایت کی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں ابن الاعرابی کی وساطت سے سنن کی روایات میں محفوظ ترین روایت (اضبط) ابوعمر احمد بن سعید بن حزم کی ہے ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس نے سنن کو صحیح معنوں میں ضبط کیا ہو۔ ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے سے میں نے اپنے لکھے ہوئے نسخے کو مقابلہ کر کے دیکھا بھی ہے۔

ابن الاعرابی کا یہ نسخہ پھر الاشبیلی کے ہاتھ ابوالحسن یونس بن مغیث کے ذریعے مناولۃ آیا جو انہوں نے الغسانی سے لیا تھا۔ الاشبیلی کہتے ہیں کہ ابوالحسن نے اپنی اصل سنن ابی داؤد مناولتہ مجھے روایت کی اور یہ کتاب ابن الاعرابی

کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی۔

ابن الاعرابی کی ان زیادات کی ایک اور شہادت الغسانی کے معاصر اور دوست ابن عتاب کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن الاعرابی کی ان زیادات کی روایت مجھے میرے شیوخ میں سے ابو عثمان، ابو عبداللہ محمد بن احمد عن ابن الاعرابی نے کی ہے۔

الغسانی کہتے ہیں کہ تمام روایات میں اکمل روایت ابن داسہ کی ہے اور ابو عیسیٰ الرملی کی روایت صحت میں اس سے ملتی جلتی ہے۔ میں نے اپنے نسخے میں تینوں روایات کی تنقید کی ہے (۲۴)

اوپر دیئے گئے چارٹ اور ابن الاعرابی کے نسخے پر علما کا تبصرہ اس مفروضے کو رد کرنے کے لیے کافی ہے کہ مطالع الانوار مشارق کا چربہ ہے بلکہ یہ ثابت اور روایت کے دونوں طریقوں کا ایک عمل مسلسل ہے تاکہ ایک کے نقص کی تکمیل دوسرے سے ہوتی رہے۔

الاشبیلی سے ابن عبدالبر تک تقریباً ہر طبقے میں ایک مشترک چیز ہے کہ اس کے پاس اسناد عالی ہو سنن کی تمام روایات کی سند ہو اس کے تمام نسخے اس کی ملکیت میں ہوں اور ان کے فروق کا علم ہو۔ (۲۵)

ابن الاعرابی کے نسخے کا نقص اور اس کی تصحیح اور پھر تمام نسخوں کی تصحیح کا ایک سفر جو آخر کار الغسانی کی کد و کاوش سے اختتام تک پہنچا اور فیصلہ کن ٹھہرا، ہماری اس بات کی موید ہے جو ہم نے چارٹ سے پہلے کہی ہے۔

یہ بات صحیح ہے کہ مطالع الانوار کتاب مشارق الانوار سے ماخوذ ہے لیکن ذکر کی گئی حقیقتوں کو سامنے رکھ کر کتاب مطالع کو اگر پرکھا جائے تو اس میں علم کے دقیق خزانے مدفون ہیں۔ مزید یہ کہ غریب الحدیث اور اسماء الرجال کا علم نقلی ہے۔ اس میں اضافہ علمی تو ہو سکتا ہے مگر نقل میں نہیں۔ اور یہی رجحان اب تک باقی ہے۔ (۲۶) یہی وجہ ہے کہ

۲۴۔ اشبیلی ابوبکر محمد بن خیر فہرستہ، ص ۱۰۴ - ۱۰۶۔

۲۵۔ مثلاً قاضی عیاض مشارق الانوار (۱/۲۱) میں لکھتے ہیں کذا فی اصل شیخنا التمیمی بخط ابن العسال اور ابن قرقول کہتے ہیں (مطالع ق/۱۰) کذا رأیتہ فی اصل القاضی التمیمی بخط ابن العسال۔ التمیمی قاضی کے استاد تھے اور ابن قرقول کے ہاتھ ان کا نسخہ آ گیا۔

۲۶۔ مثلاً علامہ طاہر پٹنی کی مولفات "المغنی فی ضبط اسماء الرجال"، مطبوعہ بیروت دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ اور تلخیص خواتمہ جامع الاصول، تحقیق حبیب الرحمان الاعظمی طبعہ مالیگاؤں (نا سک)عن ابن الاثیر الجزری کی کتاب جامع الاصول کی آخری جلد سے ماخوذ ہیں مگر دونوں کتابوں کے مقدمے میں مولف نے اشارۃً تک نہیں کیا کہ یہ کتب ابن الاثیر کی کتاب جامع الاصول سے ماخوذ ہیں یا ان کا اختصار۔

امام شمس الدین الذہبی نے اس کتاب کے بارے میں بجا طور پر کہا ہے کہ

"کتاب عزیزۃ الفوائد۔ مطالع بیش بہا فوائد کا خزینہ ہے۔" (۳۷)

معاجم فہرستہ اور مشیخات کی کتابیں ان کے مولفین کی ایک اعزازی پیش کش ہیں کہ فلاں کتاب ہمیں فلاں فلاں طرق سے اسناد عالی حاصل ہے اور فلاں فلاں ہمارے شیخ ہیں۔ یعنی ان کے پاس کتاب کے مؤلف تک کتاب کی سند عالی تھی جو ہمیں عطا ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کی یہ حدیث شیخ کے پاس سند عالی کے ساتھ تھی جو ہمیں عطا ہوئی۔ فہرست اور مشیخات کے مؤلفین نے اس ضمن میں اپنی اپنی علمی کاوشوں کو بھی جگہ دی اور بعض پیچیدگیوں کا حل بھی پیش کیا۔ مختلف نسخوں کی پہچان کی اور کرائی اور بعد والوں کے لیے استدراکات اور مختصرات لکھنے کی راہ ہموار کی جن میں فائت کا ذکر، اوھام کی تصحیح اور تحریف و تصحیف وغیرہ کا ذکر ہوتا۔

ابن الصلاح، النووی اور ابن حجر وغیرہ نے اگر اپنی کتب میں مطالع الانوار کو جگہ دی ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یہ توفیق بھی ہوئی کہ المنہاج شرح مسلم اور فتح الباری وغیرہ میں مطالع الانوار سے لیے گئے چند اقتباسات کو الگ الگ لکھ کر مشارق الانوار کے بیان کردہ مقام پر ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مل سکے۔ اسی طرح اپنی کتب میں مشارق الانوار کے بیان کردہ مقام پر ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر وہ نہ مل سکے۔ اسی طرح اپنی کتب میں مشارق الانوار کے بیان کئے گئے اقتباسات کو جب مطالع الانوار میں دیکھا تو مل گئے۔

مثال کے طور پر النووی نے اپنی المنہاج میں لفظ "الکرائم" ابن قرقول کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

الکرائم جمع کریمۃ، قال صاحب المطالع: ھی جامعۃ الکمال، الممکن فی حقھا من غزارۃ لبن وجمال صورۃ اوکثرۃ لحم اوصوف (۳۸)

یعنی ابن قرقول کہتے ہیں کہ کریمہ کا لفظ بہت سے معنوں پر محیط ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے مراد گاڑھے دودھ والی خوبصورت (بکری گائے وغیرہ) ہو یا زیادہ گوشت اور اون والی ہوں۔

یہی بات قاضی کی مشارق میں دیکھنا چاہی تو وہ رقمطراز ہیں۔

وقولہ: وکرائم اموالھم: نفائسھا، وقیل ما یختصہ صاحبہ لنفسہ منھا ویؤثر (۳۹)

۳۷۔ الذہبی سیر اعلام النبلاء، ج ۲۰، ص ۲۵۰۔

۳۸۔ النووی یحییٰ بن شرف المنہاج شرح مسلم، دار الریان للتراث القاہرہ، الطبعۃ الاولیٰ ۷ ۱۴۰ھ، ج ۱، ص ۱۹۷، ابن قرقول، مطالع الانوار، ج ۱، ق ۲۹۵/۔

۳۹۔ قاضی عیاض، مشارق الانوار، ج ۱، ص ۳۳۹۔

یعنی کریمہ کا مطلب نفیس ترین مال، یا وہ مال جس کو اس کا مالک اپنے لیے پسند کرے اور دوسروں کے مقابلے میں اسے ترجیح دے۔

لیکن النووی نے دونوں میں سے ابن قرقول کی بات کو زیادہ بہتر اور مفصل پاتے ہوئے نقل کر دیا۔

اسی طرح مطالع میں ہے جو اپنے لیے اسناد عالی کی ایک مثال ہو سکتی ہے۔

عفیر حمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قال القاضی رحمتہ اللہ اما غفیر مثلہ الا انہ بعین معجمہ۔ قلت لا ادری ھذا ولا رویتہ (۴۰)

یعنی عفیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا نام ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں۔ غفیر بھی اسی وزن پہ ہے فرق یہ ہے کہ غفیر غین سے ہے اور عفیر عین سے ہے۔ میں کہتا ہوں نہ تو مجھے اس کا علم ہے اور نہ مجھے میرے شیوخ میں سے کسی نے روایت کی ہے۔ (یعنی غفیر عفیر کے وزن پر ہے یا نہیں)

اسی طرح ابن حجر نے لفظ "القطیع" پر لکھتے ہوئے کہا ہے۔

القطیع ھو الشئ المنقطع من غنم کان أو غیرھا، وقد صرح بذلك ابن قرقول وغیرہ (۴۱)

یعنی قطیع اس شے کو کہتے ہیں جو کسی سے علیحدہ ہو جائے چاہے وہ بکریوں میں سے ہو یا کسی اور سے۔

اس بات کو قاضی نے دوسرے معنوں میں لکھا ہے۔

القطیع ھو طائفتہ من النعم والغنم والمواشی (۴۲)

یعنی اونٹوں، بکریوں یا جانوروں کا ایک گروپ اگر علیحدہ ہو جائے تو اسے قطیع کہتے ہیں۔

یہاں بھی ابن قرقول منفرد ہیں۔ جنہوں نے قاضی سے مختلف معنی قطیع کے لیے اور انہیں اپنی کتاب میں لکھا۔

ان مثالوں سے یہ اندازہ ہوا کہ ابن الصلاح، النووی، ابن حجر وغیرہ اپنی اپنی شروحات اور کتب میں اگر مطالع کو اہمیت دیتے ہیں تو صرف ان چیزوں میں جہاں ابن قرقول منفرد ہیں یا جہاں ان کی اپنے شیوخ سے وہ روایت تھی جو قاضی کی روایت سے مختلف تھی اس لیے متاخرین میں سے ہمیں حاجی خلیفہ کی یہ رائے صائب لگتی ہے۔

یہ کتاب قاضی عیاض کی مشارق الانوار کا اختصار ہے جس پر ابن قرقول نے استدراکات بھی کیے ہیں اور قاضی کے بعض اوہام کی اصلاح بھی۔ (۴۳)

۴۰۔ ابن قرقول مطالع الانوار ق / ۹۱۔

۴۱۔ ابن حجر، فتح الباری، دار الریان، القاہرہ الطبعتہ الثانیہ ۱۴۰۹ھ، ج ۲، ص ۵۲۳

۴۲۔ قاضی عیاض مشارق الانوار، ج ۲، ص ۱۸۳۔

۴۳۔ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ج ۲، ص ۱۷۱۵۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

یہ مشارق کا اختصار ہے اور ابن قرقول نے اس پر اضافہ بھی کیا ہے۔ (۴۴)

بظاہر ایسا لگتا ہے کہ مطالع الانوار کے مصنف نے قاضی عیاض کی کتاب "مشارق الانوار" کو سامنے رکھا اور اس میں سے جو معلومات متفق علیہ تھیں وہ اختصار کے ساتھ لکھ کر مزید اس پر اضافہ بایں طور کیا ہے کہ روایات نسخ کی مختلف علمی وجوہ کو اور مفردات کے معانی کو اپنی روایت سے بیان کر دیا ہے۔ ورنہ کتاب حقیقتاً ترتیب موضوع کے علاوہ الفاظ و جمل میں کافی حد تک مشارق سے مماثلت رکھتی ہے۔

اس قسم کی کتب کے تعارف کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ حروف کی تشکیل اور تنقیط کا کوئی مربوط فن علماً اور کتابت میں کوتاہی کے امکانات پیدا ہونا فطری تھے۔ اس لیے طالب علم جب عربی کلمات یا اسماء کی ادائیگی کرتے یا اسے لکھتے تو غلطی ہوتی اور لفظ تشکیل و تنقیط کے تھوڑے سے فرق پر تحریف و تصحیف کی نذر ہو جاتا جس کی مثال تشکیل کے باب میں امام مالک کا روایت میں عمر بن عثمان کو ضمہ کے ساتھ پڑھنا ہے جب کہ اس کی تلافی ان کے ہم سبق ساتھیوں کے ذریعے یوں ہو جاتی ہے کہ وہ عمر بن عثمان کو فتح کے ساتھ یعنی عمرو بن عثمان پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ (۴۵) تنقیط کے باب میں راوی بسر بن محجن کے نام کی صحیح ادائیگی میں سفیان بن عیینہ (۱۰۷-۱۹۸) اور امام مالک (۹۳-۱۷۹) کے درمیان اختلاف ہوا تو امام مالک کی رائے میں بسر سین کے ساتھ ہے جب کہ سفیان کا کہنا ہے کہ یہ نام بشر، شین کے ساتھ صحیح ہے۔ (۴۶)

اس موقعہ پر صاحب علم اور اہل فن لوگوں نے غریب الفاظ اور نامانوس ناموں کو مستقل کتابوں میں جمع کیا ان کی تشکیل و تنقیط کی تعیین کے ساتھ ساتھ ان کے معانی کی وضاحت کی اور ناقلین میں سے جس جس سے غلطی ہوئی اس کی نشاندہی کی اور یوں مستقبل میں رونما ہونے والی امکانی غلطیوں کا سد باب کر دیا۔ یہی حال رجال کے ساتھ ہوا۔ ناموں کی صحیح ادائیگی اور ملتے جلتے ناموں میں فرق کو واضح کیا اور غلطیوں سے آگاہی کیلئے ان موضوعات پر بے شمار کتابیں لکھیں (۴۷)

۴۴۔ ایضاً، مثلاً ابن قرقول الابواء کی وجہ تسمیہ بیان کرنے کے بعد یوں محاکمہ کرتے ہیں۔ والصحیح انھا سمیت لتبوّء السیول بھا (ق ۹/ ۲) یعنی صحیح بات یہ ہے ابوار کی وجہ تسمیہ وہاں پر بکثرت سیلابوں کے آنے سے ہے۔ اب یہ اضافہ ہمیں قاضی کی مشارق میں نہیں ملتا۔

۴۵۔ السیوطی، تدریب الراوی، دار الفکر، ج ۱، ص ۲۳۹۔

۴۶۔ السخاوی، محمد بن عبدالرحمان (ت ۹۰۲) فتح المغیث، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۳، ص ۲۵۱۔

۴۷۔ الخطیبی، محمد بن سلیمان غریب الحدیث، جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمۃ ۱۴۰۲، ج ۱، ص ۷۴۔ مزید یہ کہ کتب رجال اور غریب الحدیث کے علاوہ متشابہ الاسماء، المؤتلف والمختلف اور تصحیف و تحریف وغیرہ موضوعات پر بے شمار کتابوں کا ذخیرہ دیکھا جا سکتا ہے۔

ان کتابوں کو اگلی نسل تک بحفاظت منتقل کرنے کے دو معروف طریقے تھے۔ ایک طریقہ روایت (۴۸) کا تھا اور دوسرا کتابت کا۔ یہ دونوں طریقے دراصل شیخ کی طرف سے اجازت نامہ یا سرٹیفکیٹ تصور کئے جاتے تھے۔ جس کا مطلب اجازت حاصل کرنے والے کی اہلیت ثابت کرنا ہوتی تھی۔

یہی کتابیں طالبان علم میں عموماً کتابت و روایت کی دونوں راہوں سے اکٹھی منتقل ہوتی چلی آئیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ روایت (سماع و قراءۃ وغیرہ) کی کوتاہیوں کی تلافی کتابت سے اور کتابت کی کوتاہیوں کی تلافی روایت سے ہوتی چلی جاتی صرف ایک طریقہ پر یعنی روایت یا کتابت پر ان علمائے نے اکتفا نہیں کیا بلکہ دونوں طریقوں کو اہم جانتے ہوئے وہ سمجھتے تھے کہ ایک دوسرے کی کوتاہی کی تلافی ہو رہی ہے۔ ایک طریقہ اپنانے سے یہ فائدہ ہے گا۔

مشارق کی تجرید ابن قرقول کے علاوہ محمد بن سعید المعروف بالطراز (م ۶۴۵ھ) نے بھی کی تھی۔ اس کتاب کی مستخرجات اور تہذیبات بھی لکھی گئیں۔ ابو محمد عبدالعزیز العصاری نے ایک مستخرج لکھی جس میں مشارق الانوار اور مطالع الانوار دونوں کتابوں سے صرف بخاری اور مسلم کی مشکلات نکال کر یکجا کر دیں جو "المستخرج من مطالع الانوار من کتاب مشارق الانوار" کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ جسے بعد میں عمر بن خلیل بن عمر التنوخی الطائی بجلون میں ۲۲ محرم ۷۸۵ھ کو اپنے لیے لکھا جو اب مکتبہ کو پریلی میں (رقم ۴۳۳) محفوظ ہے۔ کتاب کے کل ۲۷۸ فولیوز ہیں۔ مقابلہ شدہ ہے اور عمدہ کاغذ پر صاف خط سے لکھی ہوئی ہے۔

ایک اور مختصر کتاب بنام "تہذیب المطالع لترغیب المطالع" مولفہ محمود بن احمد المعروف بابن خطیب الدہشہ کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع وہی ہے جو اصل کا ہے۔ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے یہ کتاب دارالکتب المصریہ میں (۵۲۲ حدیث) محفوظ ہے۔

آخر میں یہ بات اعتراف کے طور پر کہنا مناسب سمجھوں گا کہ اختلاف نسخ کی پہچان اور ان کی حفاظت جو بذریعہ روایت کی گئی اس میں علمائے اندلس کا کردار مشرق کے علماء کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔ احادیث اور شرح احادیث کی کوئی بڑی کتاب ان سے استفادے کے بغیر نہیں لکھی گئی۔ قاضی عیاض یا الاشبیلی کے جن شروح کا ذکر اوپر کیا گیا ہے مختلف نسخوں کی روایات انہی سے منقول ہیں اور یہ سب اندلسی ہیں یہ روایات کتب احادیث اور علم غریب الحدیث، موتلف و مختلف، متشابہ الاسماء اور استنباط مسائل کی جان ہیں۔

۴۸۔ روایت میں سماع، قراۃ علی الشیخ، اجازہ اور مناولہ کا طریقہ زیادہ معروف تھا۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ابن الصلاح عثمان بن عبدالرحمان مقدمۃ فی علوم الحدیث، بمبئی، ۱۳۵۷، ص ۶۲۔

۴۹۔ ابن فرحون ابراہیم بن علی الدیباج، ج ۲، ص ۲۷۸۔

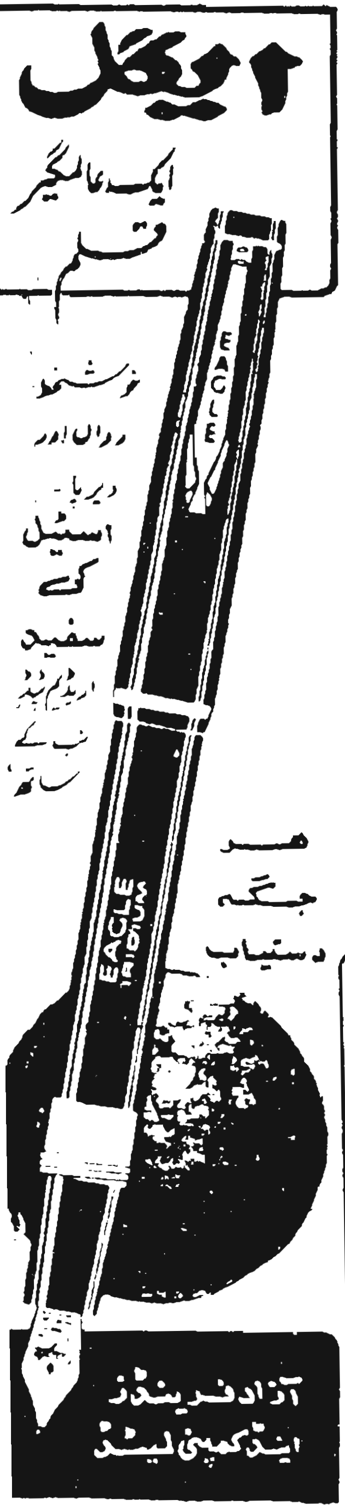
ایگل
ایک عالمگیر
قلم
خوشنما
رواں اور
دیرپا
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
EAGLE
EAGLE IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ

دلکش
دلنشیں
دلفریب
حسین
کے
پارچہ جات
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی

قومی خدمت ایک عبادت ہے
اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis
قدم قدم حسین قدم قدم آگے